وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰى ۝

اور وہ تو اپنی نفسانی خواہش سے کچھ بولتے ہی نہیں یہ تو بس وحی ہے جو بھیجی جاتی ہے (النجم ع ۱)

اعلان غدیر

عَنِ النَّبِيِّ أَنَّهُ قَالَ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ

آنحضرتؐ نے فرمایا ہے، جس کا میں مولیٰ و آقا ہوں اس کا یہ علی مولیٰ و آقا ہے (حدیث)

[illegible]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۝

ہماری یاد رکھو تو میں (بھی) تمہارا ذکر (خیر) کروں گا اور میرا شکریہ ادا کرو اور ناشکری نہ کرو (بقرہ آیت ۱۵۲)

يَا اَللّٰهُ	يَا رَحْمٰنُ	يَا رَحِيْمُ	يَا مَلِكُ	يَا قُدُّوْسُ	يَا سَلَامُ	يَا مُؤْمِنُ
يَا مُهَيْمِنُ	يَا عَزِيْزُ	يَا جَبَّارُ	يَا مُتَكَبِّرُ	يَا خَالِقُ	يَا بَارِئُ	يَا مُصَوِّرُ
يَا غَفَّارُ	يَا قَهَّارُ	يَا وَهَّابُ	يَا رَزَّاقُ	يَا فَتَّاحُ	يَا عَلِيْمُ	يَا قَابِضُ
يَا بَاسِطُ	يَا خَافِضُ	يَا رَافِعُ	يَا مُعِزُّ	يَا مُذِلُّ	يَا سَمِيْعُ	يَا بَصِيْرُ
يَا حَكَمُ	يَا عَدْلُ	يَا لَطِيْفُ	يَا خَبِيْرُ	يَا حَلِيْمُ	يَا عَظِيْمُ	يَا غَفُوْرُ
يَا شَكُوْرُ	يَا عَلِيُّ	يَا كَبِيْرُ	يَا حَفِيْظُ	يَا مُقِيْتُ	يَا حَسِيْبُ	يَا جَلِيْلُ

سعیٔ مشکور

یہ گرانقدر و بیش بہا مقالہ جو تاریخ اسلام کے واقعہ "اعلان غدیر" کی روئداد پر مشتمل ہے جناب مہاراجکمار محمد امیر حیدر خاں صاحب دام افضالہم (متولی منتظم مدرسۃ الواعظین لکھنؤ) کی کاوش فکر کا نتیجہ ہے۔ امید ہے کہ انصاف دوست اور حقیقت پسند افراد اسکے مطالعہ سے مسئلہ "خلافت و امامت" میں ذہنی یکسوئی اور سکونِ روحانی حاصل کریں گے۔ ہم اہالیان کلکتہ جناب ممدوح کے شکر گذار ہیں کہ آپ

نے ہماری فرمائش پر باوجود اپنی انتہائی مصروفیتوں کے ایسا زریں مقالہ سپرد قلم فرمایا۔

فجزاہم اللہ خیرا لجزاء
روشن علی فاضل
۶۱ کیننگ اسٹریٹ
کلکتہ ۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غدیر خم کا ماجرا

آیئے ہم آپ کو پیغمبر اسلامؐ کی پاکیزہ زندگی کا ایک ایسا کارنامہ سنائیں اور تبلیغ رسالت کے ایک ایسے پہلو پر روشنی ڈالیں جو رہتی دنیا تک دین و مذہب کی بقا اور اس کی اساس کی مضبوطی کے لئے ضروری ہے، جسے تاریخ، حدیث، کلام، تفسیر وغیرہ کی بیشمار کتابوں میں ہر صدی اور ہر قرن کے علماء درج کرتے چلے آئے ہیں اور جسپر کلام مجید کی محکم آیتیں خود گواہ ہیں۔

ان کتابوں کی مختصر فہرست آخر میں درج ہے۔

اعلانِ غدیرِ خم کے وجوہ و دلائل

خدا کا ازلی و ابدی دستور

یہ مانی جانی بات ہے کہ جو شخص کسی چیز کو از بس محبوب رکھتا ہے وہ ہر طرح سے اس کی حفاظت، بقا اور ترقی کا خواہاں ہوتا ہے۔ اب آپ خود سوچئے اور سمجھئے کہ خداوند عالم نے انسانوں کی ہدایت کے لئے اپنا آخری پیغام اپنے حبیب اور آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے بھیجا۔ اگلے پیغمبروں کی تصدیق فرمائی اور اُن کی اُمتوں نے ان کے آسمانی صحیفوں میں جو تحریفیں اور تبدیلیاں کر دی تھیں ان کا بھی حال بیان کر دیا اور نئے سرے سے ایک مدلل اور مکمل آئین زندگی اور مستحکم اور پائدار وسیلۂ نجات فراہم کر دیا، کہ جو رہتی دنیا تک کام دیتا رہے۔ تو پھر جبکہ خدا کے آخری نبی کے بعد سلسلۂ وحی و تنزیل ختم ہونے والا تھا اور قدرت

یہ طے کر چکی تھی کہ بس اب کوئی نبی دنیا میں نہ بھیجا جائے گا ایسی صورت میں اسکی سچی تعلیمات کو برقرار رکھنے، قرآن مجید کی منشا یہ آیتوں کے معنی سمجھانے، سیرتِ رسول کی اصلی صورت پیش کرنے اور نظامِ معاشرت کو عدل و انصاف کے لازمی اصولوں پر منضبط رکھنے کی ضروریات پوری کرنے کا ذریعہ کون ہونے والا تھا؟ یہ کیسے ممکن تھا کہ خداوند لطیف و خبیر اپنے آخری نبی کا کوئی جانشیں مقرر نہ کرتا اور امت کو بے والی و وارث ہو جانے دیتا؟ اور جبکہ خداوند کریم انبیائے سلف میں سے ہر ایک کا وصی و جانشیں مقرر اور معین کرتا رہا تھا تو اس ازلی و ابدی دستور میں تبدیلی کیونکر ہو سکتی تھی؟ "ترجمہ" جو لوگ پہلے گذر گئے اُن کے بارے میں بھی خدا کی یہی عادت جاری رہی اور تم خدا کی عادت میں ہرگز تغیر تبدیل پاؤگے (احزاب) اور خدا کی عادت میں ہرگز کوئی تغیر نہ پاؤگے، (فاطر ۴۳) یہی خدا کی عادت ہے جو پہلے سے چلی آئی ہے اور تم خدا کی عادت کو بدلتے نہ دیکھوگے، (فتح ۲۳) اسلئے جو یہ کہے کہ پیغمبرِ اسلام نے اپنے وصی و جانشیں

کے بارے میں کوئی واضح اعلان نہیں کیا وہ گویا ایک بہت بڑا الزام آئین اسلام پر دار
کرتا ہے۔ اور اس میں بڑی خامی کا قائل ہوتا ہے۔

حضرت علیؑ مثیل حضرت ہارونؑ ہیں

لیکن تاریخ اور حدیث کی ورق گردانی کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح حضرتِ موسیٰؑ نے اپنے بھائی حضرت ہارونؑ کو اپنا وصی قرار دیا تھا اسی طرح حضرت سید المرسلینؐ نے اپنے ابن عم، داماد، پروردۂ آغوش اور جاں نثار کو اپنا وزیر اور سید الوصیّین ایک مرتبہ نہیں بار بار، مختلف موقعوں پر نامزد فرمادیا۔ اور ایسی صاف لفظوں میں انکے حق کا اعلان فرمادیا کہ جن کے بعد چون وچرا کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ یہ تو سب مانتے ہیں کہ رسول خدا کا کوئی قول وعمل اپنی ذاتی خواہش سے نہیں ہوتا تھا بلکہ حکم خدا کے مطابق ہوتا تھا۔ "ترجمہ اور وہ تو اپنی نفسانی خواہش سے کچھ بولتے ہی نہیں نجم ۲"

اب صحیح بخاری کی یہ حدیث ملاحظہ کیجئے کہ آنحضرت نے فرمایا "علی کو میرے ساتھ وہی منزلت حاصل ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی، بجز اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں" یعنی علم، عدالت، صداقت، شجاعت، اور وہ تمام صلاحیتیں جو میری وصایت کے لئے ضروری ہیں وہ سب علی بن ابی طالبؑ کی ذات والا صفات میں موجود ہیں، بس ایک نبوت ایسی فضیلت ہے کہ جو میرے بعد کسی کو نہیں مل سکتی۔

جانشینی کیلئے حضرت علیؑ پر نظر انتخاب

اور آگے دیکھئے تو معلوم ہو گا کہ آنحضرتؐ نے بعثت کے بعد ہی اپنی نظر انتخاب علیؑ پر ڈالی تھی۔ "سیرتِ ابن ہشام" سے منقول ہے کہ دعوت ذوالعشیرہ کے موقعہ پر جب آنحضرت نے بحکم خدا "ترجمہ" اے رسول تم اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ (و انذر عشیرتک الاقربین) اکابر قریش کو جمع فرما کر اپنی رسالت کا اعلان کیا اور اس وعدے کے ساتھ طلب

نصرت فرمائی کہ جو شخص نبوّت کے کاموں میں میرا ہاتھ بٹائے گا وہی میرے بعد میرا وزیر، خلیفہ اور وصی ہوگا تو بجز علیؑ ابن ابیطالب کے کسی نے آنحضرتؐ کی کھلی ہوئی دعوت پر لبیک نہ کہی، اسوقت مخبرِ صادقؐ نے ارشاد کیا کہ یہ میرا بھائی، وصی وزیر اور خلیفہ ہے۔ اس کا کہنا سنو اور اس کی اطاعت کرو۔"

اُسدن سے آخری وقت تک حضرت علی مرتضیٰؑ نے جس انتہائی خلوص اور وفاداری سے اپنی بات کی لاج رکھی اس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ کفارِ مکہ کے مظالم میں رسولؐ کا ساتھ دینا، شبِ ہجرت قاتلوں کے نرغے میں اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کے بستر رسول پر سو رہنا، تمام غزوات اور مجاہدات میں پیغمبرِ خدا کا سینہ سپر رہنا، اپنے زہد و ورع، ایثار و قربانی سے ہر حکم کی تعمیل کرنا، یہ سب اس بات کی روشن دلیلیں ہیں کہ علیؑ نے پہلے دن جو بات کہی تھی اسے آخری دن تک حرف بحرف نباہا اور لمحہ بھر کے لئے رسولِ خدا

سے جُدا نہ ہوئے بلکہ سایہ وار ساتھ ساتھ رہے۔ اسلئے خدا و رسول کا اپنی شرط کو پورا کرنا بھی لازم تھا، کیونکہ خدا سے بڑھ کے وعدہ وفائی کون کرسکتا ہے؟ (اپنے عہد کا پورا کرنیوالا خدا سے بڑھ کر کون ہے)

حدیث و قرآن کی زبانی حضرت علیؑ کے خدمات و فضائل کا مسلسل اعلان

چنانچہ رسول امینؐ نے ایک بار نہیں بلکہ سیکڑوں دفعہ جن زریں الفاظ میں حضرت علیؑ کی فضیلتیں بیان فرمائیں اور اُن کی انتھک کوششوں اور خدمتوں کو سراہا اس کا عشر و عشیر بھی کسی اور کو حاصل نہیں ہوا۔ کبھی ارشاد ہوا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔ کبھی فرمایا کہ عدل و داد میں علیؑ سب سے بہتر ہیں۔ کبھی اعلان کیا کہ علیؑ حق کے ساتھ اور حق علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ کی ذات وہ محور ہے جس پر حق گردش کرتا ہے۔ کبھی فرمایا کہ علیؑ وہ ہے جس سے خداوند

کریم سب سے زیادہ محبت رکھتا ہے۔ کبھی ان کی شجاعت و جواں مردی کی یوں داد دی کہ لا فتیٰ الا علی کی صدا آسمان سے آئی کبھی فرمایا کہ کل ایمان کل کفر کے مقابلہ کیلئے جا رہا ہے۔ کبھی آواز دی کہ علی کی ایک ضربت دونوں جہان کی عبادتوں سے بالاتر ہے۔ کبھی یہ فرمایا کہ کل علم اس مردِ میدان کو دوں گا جو کرّار غیر فرّار ہے" علم نصرت علیؑ کے سپرد کر دیا اور محبت خدا کی سند دیدی۔ کبھی یہ فرمایا کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو میری بیٹی فاطمہ زہراؑ کا کوئی کفو اور ہمسر نہ ہوتا اور ان کا عقد سیدۂ عالم سے کر کے اپنی نسلِ پاک کے قیامت تک باقی رہنے کا سبب علیؑ ہی کو قرار دیا جسکے لئے سورۂ کوثر ایک وعدۂ محکم لیکر اترا تھا۔ قرآنِ مجید کے ساتھ حضرت علیؑ کا اتحاد یوں ثابت کیا کہ ابتدائے بعثت سے آخری آیت کے نزول تک خود اپنے املا سے اگر کسی کو قرآن مجید لکھوایا تو وہ علیؑ ہی تھے اور ان مواقع پر آیاتِ کلام اللہ کی وہ تفسیر تعلیم دی کہ جسکے بارے میں جناب امیرؑ فخر کرتے تھے اور کہتے تھے کہ رسول مجید نے مجھے معانیٔ قرآن

کے ہزار باب تعلیم فرمائے جن میں کے ہر ایک باب سے میں نے ہزار مطالب اخذ کئے اور آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے اور فرمایا کہ میں تمھارے درمیان کتاب خدا اور اپنی عترت یعنی اہلبیت یہ دو ایسی گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں کہ تم ان سے وابستہ رہوگے تو تم ہرگز گمراہ نہیں ہوسکتے اور یہ دونوں ایک دوسرے سے قیامت تک کبھی جدا نہ ہونگی۔ اور جب فرمان الٰہی صادر ہوا کہ اے رسول، سورۂ برأت کی مشرکین کے سامنے تلاوت کرنے کے لئے یا خود جاؤ یا ایسے شخص کو بھیجو جو تمھارے ہی مثل و مانند ہو تو بجز علیؑ کے کوئی اس صلاحیت کا مالک نہ نکلا۔ اور کلام الٰہی بھی حضرت علیؑ کی فضیلتوں کو آشکار کرتا رہا۔ ادھر رسولؐ نے آپکو سید الصدیقین، امام المتقین، باب حکمۂ رب العالمین، قائد الغر المحجلین اور امیر المومنین کے القاب سے یاد فرمایا، ادھر رسول نے اپنے اہلبیت کو سفینۂ نوح سے تشبیہ دیکر بتلایا

کہ ناخدا اور نجات دہندۂ اُمت کون ہے اُدھر قرآن نے باب حطّہ کی مثال پیش کردی
ادھر رسول نے مسجد میں سب کے دروازے بند کروائے مگر علیؑ کا دروازہ کھلا رکھا اُدھر قرآن
نے آیۂ تطہیر کے ذریعہ سے رسول کے عمل کی تصدیق کر دی۔ ادھر رسول نے لحمک لحمی فرمایا
اُدھر قرآن نے انفسنا وانفسکم کہکر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ ادھر علیؑ نے نماز میں انگوٹھی دی
اُدھر انما ولیکم اللہ کی آیت نازل ہوگئی۔ اِدھر رسول کی چادر اوڑھ کر سوئے اُدھر
"ومن الناس من یشری نفسہ" نے اس جانفروشی کو دوعالم کے لئے مثال بنا دیا اِدھر
علی نے روٹیاں سائل کو دیں اُدھر سورۂ ہل اتیٰ نازل ہوگیا۔ غرضکہ حدیث یہ بتلاتی ہے
کہ کلام اللہ میں جہاں کہیں مومنین کی مدح اور ان کے لئے جزا کا وعدہ ہے اس سے مراد
علیؑ اور پیروانِ علیؑ ہیں اور جہاں جہاں کفار و منافقین کی مذمت اور ان کے لئے سزا
کا بیان ہے اس سے مراد دشمنان علیؑ ہیں۔ اور دوسری حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو

علی کا محب ہو وہ مومن اور جو اُن سے عداوت رکھے وہ کافر یا منافق ہے ان سب کا لُبِ لباب یہ ہے کہ بعد نبی "اگر کوئی خیر البشر ہے تو علیؑ ہیں اور جو اُن کا انکار کرے وہ کافر۔

تبلیغ میں اہتمام خاص

ان سب تعریفوں کے بعد رسول کریمؐ کی جانشینی کے بارے میں کیسے کلام ہو سکتا تھا لیکن آنحضرتؐ خوب جانتے تھے کہ دائرۂ اسلام میں ایسے لوگ بھی داخل ہو گئے ہیں جن پر نبوت کے بعد امامت کا بھی ایک ہی خاندان میں جمع ہو جانا بیحد شاق ہوگا جو معاذ اللہ اپنے لئے عذاب آسمانی سے نہ ڈرتے ہوئے علیؑ کی خلافت گوارا نہ کریں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور اسپر سورۂ معارج کی ابتدائی آیتیں گواہ ہیں۔ آنحضرتؐ کو اسی قسم کے لوگوں سے خطرہ تھا کہ مبادا یہ لوگ اسلام کی تازہ شیرازہ بندی کو منتشر نہ کر ڈالیں اس لئے

علی مرتضیٰ کے امر میں مناسب موقعہ اور محل کا انتظار کرتے رہے اور ایک واضح اور قطعی اعلان کے وقت اور مقام کا انتخاب خالقِ علام کے حوالہ کر دیا۔

حجۃ الوداع

آخر کار، جب کفار و مشرکین کا زور ٹوٹ گیا اور کفی اللہ المومنین القتال کا آسمانی نعرہ بعلیؑ کی تفسیر کے ساتھ گوش زد ہوا جب خداوند کارساز نے اپنے نبی کے لئے فتح و نصرت کا وعدہ پورا کیا، جب جناب احمدِ مختار کو اپنے دشمنوں پر حیات و موت کا اختیار مل گیا اس وقت آپ نے ایک لاکھ سے زائد مرد اور عورتوں کی جماعت ہمراہ لے کر حج بیت اللہ کا قصد کیا۔ ادھر سے حضرت ختمی مرتبت مکہ میں داخل ہوئے اُدھر سے پرچم کشائے اسلام مشکلکشائے دوعالم حضرت علیؑ ابن ابی طالب یمن میں اپنا تبلیغی دورہ کامیابی سے ختم کر کے مکہ وارد ہوئے۔ یہ وہی مکہ تھا جہاں سے ابھی دس برس ہوئے، اُس مصلحِ اعظم کو اپنا گھر بار

چھوڑ کر غریب الوطنی اختیار کرنی پڑی تھی۔ یہ وہی مکہ تھا جہاں کے مشرکین نے مسلمانوں
پر عرصہ حیات تنگ کر دینے کی قسم کھائی تھی۔ لیکن اللہ رے رحمۃ للعالمین کی وسعت
دل اللہ ری صفائے قلب اللہ رے عفو و کرم، کہ اپنے جانی دشمنوں کو بھی امان
دیدیتے ہیں اور اُن سے حسن سلوک کے نتیجے میں اسلام کا کلمہ پڑھوا دیتے ہیں۔ بغرضکہ
تمام مسلمانوں نے مِل کر رسول اللہ کی قیادت میں مناسک حج ادا کئے خانۂ کعبہ
کو جاہلیت کے بتوں سے اس طرح پاک کیا کہ وہی قوتِ بازو جس کی آسمانی تلوار
ذوالفقار نے سرکشانِ عرب کی گردنوں کو خاک و خون میں غلطاں کر دیا تھا آج
اسی کو حکم ہوتا ہے کہ رسولؐ کے دوشِ مبارک پر پاؤں رکھے اور لات و ہبل کو
سرنگوں کر کے نکال باہر کرے۔ جب نبی برحق پہلے ہی فرما چکے ہیں کہ علیؑ کا میرے
ساتھ وہ مرتبہ ہے جو سر کا تن کے ساتھ ہوتا ہے، تو رسولؐ کے کاندھوں پر علیؑ کی

بلندی دیکھنے والے دیکھ لیتے ہیں کہ قول وفعل کی ہم آہنگی اس کو کہتے ہیں۔ اسی
اثنا میں مقام عرفات یا مقام منیٰ پر رسول خدا نے وہ خطبہ بھی ارشاد فرمایا جس
میں اسلامی مساوات کا رواج اور جاہلیت کے دستور کی تنسیخ فرمادی۔ ان سب
زحمتوں اور بے لوث کارگزاریوں کے بعد بھلا کون کہہ سکتا ہے کہ رسول امین
نے تبلیغ رسالت میں کوئی بھی دقیقہ اٹھا رکھا ہو۔ توحید وعدل، نبوت وقیامت
کے اصول دلنشیں کرا دیئے گئے توہمات اور عقائد باطل کی تردید فرمادی گئی
نورِ حق چمکنے لگا، نماز روزہ حج زکوٰۃ خمس جہاد کے طریقے تعلیم کر دیئے گئے نکاح
وطلاق، میراث ووصیت، قیام عدل وقضا، شہادت، جرائم، حدود، قصاص،
کفارہ، تجارت ومضاربت، تقسیم دولت، سود، احتکار، ناپ تول، شراب خواری
قمار بازی، حلال وحرام، تنظیم ملک، بین الاقوامی روابط، جنگ اور صلح، غرض

کہ ہر شعبۂ زندگی کے لئے قوانین نافذ کر دیئے گئے۔ سچائی، وعدہ وفائی، پاکیزگی، علم، ادب، مروت، شجاعت، عفو وصلہ رحم، حقوق والدین، صبر، قناعت، خدمتِ خلق، جود وسخا، حیا وعفت، کسب حلال، ایمانداری، امانت وغیرہ کے بلند اخلاقی معیار قائم کر دیئے گئے۔ اور یہ سب آنحضرت کی شبانہ روز کی محنتوں اور مشقتوں کا نتیجہ تھا جو قریب تیئس برس تک آپ نے اپنی انتہائی شفقت اور جذبۂ ہدایتِ خلق سے گوارا فرمائی تھیں اور جن میں آپ کی کمر مضبوط اور بازو قوی کرنے والا وہی تھا جس کو آپ کے ساتھ ہارونؑ سے موسیٰؑ کی منزلت دی جا چکی تھی۔

لیکن ان سب کاوشوں کے باوجود ابھی تک تکمیلِ دین کی سند خداوندِ ذوالجلال کی جانب سے جاری نہیں ہوئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی کوئی اور آسمانی پیغام آنا باقی ہے لیکن اس راز کو ابھی سوائے عالم الغیب یا اس کے محرمِ راز کے کوئی نہیں جانتا۔

اعلان غدیر

القصہ جناب رسالت مآب خانۂ معبود سے رخصت ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اس مرتبہ حضرت کے ساتھ پہلے سے بھی زیادہ ہجوم تھا جس کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار بتائی جاتی ہے۔ مکۂ معظمہ سے مدینہ منورہ تک نو دس دن کی راہ تھی۔ اس راستے میں منزلِ جحفہ وہ مقام تھا جہاں سے عراق اور مصر کے قافلوں کے راستے الگ الگ ہو جاتے تھے۔ جُحفہ سے پہلے ایک سوکھی ہوئی ندی کا چھُڑان لق و دق میدان کی صورت میں مکہ معظمہ سے شمال مغرب کی جانب تقریباً نوّے کلومیٹر (چھپن ستاون میل) کے فاصلہ پر واقع ہے جس کا نام غدیرِ خم ہے اور جو اس وقت تک ایک گمنام ویرانہ تھا جہاں نہ پانی تھا نہ سبزہ، نہ کوئی قافلہ ٹھہرتا تھا نہ کوئی مسافر اُدھر رُخ کرتا تھا۔ یہاں تک کہ ۱۸ ذی الحجہ ۱۰ھ کی سحر طلوع ہوئی اور آفتاب عالمتاب بلند ہوتے ہوتے خطِ نصف النہار کے نزدیک آگیا۔ اُدھر سے آفتاب نبوت اور ماہتاب امامت

کی سواری اسی میدان میں آن پہونچی۔ اسوقت حبیب خدا تسبیح و تہلیل احمد و تکبیر کے ساتھ
بارگاہ رب العزت میں مصروف دعا ہوکر منزل بمنزل چلے جارہے تھے اور سب کو
یہی خیال تھا کہ اب منزل جحفہ پر سواری رکے گی لیکن دفعتاً جبین مبین پر آثار وحی نمایاں
ہوئے اور دست مبارک جو دعا کے لئے بلند تھے ناقہ کی مہار کھینچنے لگے اور یکایک اس لب
جاں بخش سے جو دنیا کے لئے سرچشمۂ وحی تھا ایک نہایت پر کیف تبسم کے ساتھ صدا آئی
کہ یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ (اے پیغمبر، جو پیغام تمھارے
پروردگار کی جانب سے اترا ہے وہ پہونچا دو) معلوم ہوتا ہے کہ کوئی تازہ حکم صادر ہوا
ہے جو کہ ابھی ابھی سنایا جائے گا۔ لوگ ہمہ تن گوش ہوکر آنحضرت کی جانب متوجہ ہوتے
ہیں۔ اس کے بعد وحی کی آواز آتی ہے :۔ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ (اے
رسول، اگر تمنے یہ کام نہ کیا تو گویا پیمبری کا کوئی بھی کام انجام نہ دیا) اللہ اللہ آیت

کا جبروت دیکھو، کہ جیسے سوچ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی نہایت
اہم اور بنیادی اصول تعلیم دینے کا حکم ہوا ہے۔ کہ جس میں اب ذرا بھی تاخیر نہیں ہو سکتی۔
پھر وحی کی صدا آتی ہے وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي
الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَ (اور اے رسول، خدا تمکو انسانوں کے شر سے بچائے گا بیشک
خدا کافروں کی قوم کو منزلِ مقصود تک نہیں پہونچاتا) اس سے یہ راز بھی کھلا کہ کوئی
ایسی ہی ہدایت مقصود ہے جو کافروں پر بہت شاق ہوگی اسلئے رسول اللہ کو
خطرہ محسوس ہو رہا تھا جس کے بارے میں پروردگارِ عالم نے
خود حفاظت کا ذمہ لیکر رسول کو اطمینان دلایا ہے۔ اور بلّغ کی تلوار کے ساتھ وَاللّٰهُ
يَعْصِمُكَ کی سپر بھی اپنے محبوب کے ہاتھ میں دیدی ہے۔ آیت تمام ہوئی اور رسول امین
نے اُسی جگہ اپنے ناقے کو بٹھا دیا، یہ منزل بے آب و گیاہ جہاں نہ کوئی جائے آسائش

ہے نہ کوئی آبادی، بس ایک طرف چند درختوں کا جھنڈ ہے۔ اور آفتاب کی یہ تمازت، ریگ
سے شعلے نکل کر گویا میدانِ حشر کا نمونہ پیش کر رہے ہیں پیغمبرِ اسلام کے اُترتے ہی جلوِدارنِ
نبوت بھی اپنی اپنی سواریوں سے اتر پڑتے ہیں۔ آنحضرت، مؤذنوں کو اذان دینے کا حکم
دیتے ہیں جو لوگ آگے بڑھ گئے تھے وہ واپس آتے ہیں۔ جو پیچھے تھے وہ جلدی جلدی آگے
بڑھتے ہیں۔ زمین کو خس وخاشاک اور کنکر پتھروں سے صاف کر دیا جاتا ہے۔ ایک طرف
درختوں پر شامیانہ کی طرح چادر تان دی جاتی ہے اور اسی کے نزدیک اونٹوں کی
کاٹھیاں کھول کھول کے تلے اوپر رکھی جاتی ہیں، اس طرح کہ ایک سَفَری منبر تیار ہو جاتا
ہے۔ تاریخِ اسلام میں آج کی یہ مسجد بھی ایک انوکھی شان کی مسجد ہے، جس کا گنبد آسمان
جس کا کلس خورشیدِ جہاں تاب، جس کی وسعت پوری ملت اسلامی کے لئے کافی ہے اور
جس کا منبر بھی سفری منبر ہے جو ہمیشہ یادگار رہے گا۔ تھوڑی ہی دیر میں قبلہ رو صفیں قائم

ہو کر نماز ادا کی جاتی ہے۔ سلام پھیر کر پیغمبر اسلام جلوہ افروز منبر ہوتے ہیں اور اس طرح خطبہ آغاز فرماتے ہیں۔

سب تعریفیں خدا کے لئے زیبا ہیں جو کائنات کا رب کارساز ہے، جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں اُسی سے لَو لگاتا ہوں، اسی سے مدد مانگتا ہوں اور اسی کے حفظ و اماں میں نفوس بشری کی شرارتوں اور بدکاریوں کے وبال سے پناہ لیتا ہوں گمراہوں کا کوئی رہبر نہیں، اور جس کی خدا ہدایت کرے اُسے کوئی بہکا نہیں سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ بجز اس کے کوئی لائق پرستش نہیں، اور یہ کہ میں، محمدؐ، اُسی کا بندہ اور اُسی کا پیامی ہوں۔

معاشر الناس، آگاہ ہو کہ خداوند علیم و حکیم نے مجھے خبر دی ہے کہ میری زندگی کے دن پورے ہونے کو ہیں، اور وہ وقت تیزی سے قریب آرہا ہے کہ جب میں تمہارے

درمیان سے اپنی ابدی قیامگاہ کی طرف بلالیا جاؤں گا۔ لیکن یہ یاد رکھو کہ میں ہوں یا تم، ہم میں سے ہر ایک متنفس کو، ایک دن، مالک دوجہاں کے سامنے حاضر ہونا ہے اور اپنے اپنے ذمہ جو حقوق و فرائض ہیں ان کے بارے میں ہر ایک کو جوابدہ ہونا ہے۔ تو تم میرے بارے میں کیا کہتے ہو؟"

سامعین نے جواب دیا۔" اے خدا کے سچے رسول، ہم گواہ ہیں کہ آپ نے حق رسالت ادا کیا، اور مرضیِ معبود کے مطابق ہماری ہدایت و رہبری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔"

یہ سن کر آنحضرتؐ نے فرمایا۔" اچھا، تو کیا تم صدقِ دل سے خدا کی وحدانیت کی گواہی دیتے ہو؟ کیا تم اس بات کے شاہد ہو کہ یہ بندۂ خدا جو تم سے بحکم خدا مخاطب ہو رہا ہے خدا کا بھیجا ہوا پیغمبر ہے؟ کیا تم موت اور قیامت، حشر و نشر، اور جنت و نار

کے برحق ہونے کی تصدیق کرتے ہو؟

سب نے جواب دیا۔" البتہ، یا رسول اللہ ہم ان سب باتوں کی تصدیق کرتے ہیں"

غدیرِخم کا یہ خطبہ، فنِ خطابت کا شاہکار ہے۔ جس میں قدم قدم پر معانی و مطالب کو سامعین کے دلنشیں کرانے کے لئے خود ان کی زبانوں سے حقائق اسلام کا اقرار لیا جا رہا ہے۔ جس کے الفاظ، عالمِ ذر کے عہد و پیمان کی یاد تازہ کرتے ہیں، گویا ایک آموختہ ہے جو استادِ ازل کے ذریعہ سے دہرایا جا رہا ہے۔ آنحضرتؐ سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"سنو، مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمھیں آگاہ کر دوں کہ میں عنقریب تمھارے درمیان سے اٹھا لیا جاؤں گا۔ لیکن میں تمھارے درمیان دو ایسی گراں قدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں، یعنی خدا کی کتاب اور میری عزت، میرے اہلبیت، کہ جن سے

اگر تم وابستہ رہو گے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگی۔ یہاں تک کہ یہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں گے۔ اسلئے میں تم سے وصیت کرتا ہوں کہ ہمیشہ ان کی رعایت ملحوظ رکھنا۔ دیکھو، نہ تو ان سے بہت پیچھے رہنا اور نہ ان سے آگے بڑھنا بلکہ انھیں کے قدم بقدم چلنا، ورنہ بھٹک جاؤ گے۔

یہ دلدوز فقرات سن کر محبان رسول کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبانے لگے کیونکہ اُن کو یقین ہو گیا کہ اب ہمارے آقا و مولا اس دنیائے فانی میں تھوڑے ہی دنوں کے مہمان ہیں۔ ادر اُدھر آنحضرت ؐ نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے ارشاد کیا:

"معاشر الناس، ہاں، اب یہ تو بتاؤ کہ تمھارے نزدیک تمھاری جانوں سے اولیٰ کون ہے؟ (یعنی تم پر سب سے بڑھ کے حق تصرف کسے حاصل ہے)؟"

سبھوں نے عجز و انکساری کے ساتھ عرض کیا: "خدا اور رسول بہتر جانتے ہیں۔"

اسوقت آنحضرت نے اپنے سوال کا صحیح جواب یوں تعلیم فرمایا: "حقیقت تو یہ ہے کہ خدا سب سے بڑھ کر میرا اور تم سب کا مولا، یعنی مالک و مختار ہے۔ لیکن بندگان خدا میں سے کیا میں تمھارا مولا اور فرمانروا نہیں ہوں؟"

اس مضبوط اور مدلل طرز بیان کی دلکشی، کوئی اہلِ معرفت کے دل سے پوچھے آج اگرچہ میثاقِ انبیا کا دن نہیں ہے لیکن یہاں بھی ایک لاکھ چوبیس ہزار نفوس کا مجمع ہے۔ اگرچہ اُس دن کے سامعین سب معرفت و عصمت کی خلعت سے مزیّن تھے لیکن آج کم از کم زبان سے تو سب توحید و نبوّت کا اعتراف کئے ہوئے ہیں۔ اُس دن بھی فرازِ عرش سے الست کی صدا آ رہی تھی اور آج بھی منبر کی بلندی سے وہی کلمہ دہرایا جا رہا ہے۔ اور ان دونوں سوالوں کے جواب میں "بلا" کی ہمرنگی ہے گویا یہ اُسی نعرے کی صدائے بازگشت ہے جو فضائے عالم میں قیامت تک

گو نجتی رہے گی۔ ظاہر ہے کہ جب مختار کائنات اپنی اُمت سے پوچھیں کہ کیا میں
تمہارے نزدیک تمہاری جانوں سے اولیٰ نہیں ہوں، تو ہم بجز اس کے کیا جواب
دے سکتے ہیں کہ مرضی مولا از ہمہ اولیٰ۔ چنانچہ مجمع نے باآواز بلند اقرار کر لیا کہ "البتہ
اے رسول خدا، آپ ہم سب کے لئے اولیٰ ہیں۔ آپ کا ہر ارشاد ہماری سرآنکھوں پر۔"
اس طرح جب رسول نے اپنے لئے پیمان اطاعت کی تجدید کرائی تب دفعتاً
علیؑ کو بلاتے ہیں کہ "یا علیؑ ادھر آو، میرے پاس منبر پر کھڑے ہوجاؤ" جب حضرت علیؑ
حاضر ہوتے ہیں تو آنحضرتؐ دونوں ہاتھوں سے انھیں بلند کر کے تمام مجمع کے
سامنے انھیں دکھا دکھا کر فرماتے ہیں کہ: مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذَا عَلِيٌّ مَوْلَاهُ
اور اس کلمہ کو بار بار دہراتے ہیں۔ کہ آنکھیں کھول کر دیکھ لو اور گوش اطاعت سے
سُن لو کہ "جس کا میں مولا اس کا یہ علی بھی مولا" اس مقام پر ذرا "کُنْتُ" کی بلاغت

بھی ملاحظ ہو کہ یہ صیغۂ ماضی ہے، یعنی جس کا میں مولا تھا۔ اب چونکہ میں دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں اسلئے میرے بعد وہ علی کو اپنا مولا جانے۔ سننے والے یہ اعلان سنتے ہیں اور دیکھنے والے دیکھتے ہیں کہ علی کا رُخ روشن سامنے ہے اور نبی کا چہرۂ منور پیچھے چھپا ہوا ہے۔ یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ جونہی آفتاب نبوّت غروب ہو جائے تو اُمت کو چاہئے کہ ماہتاب امامت سے روشنی حاصل کرے اور منقطع نبوّت کو مطلع امامت مانے۔ اس ارشاد کے بعد دستِ دعا، بارگاہِ قاضی الحاجات میں بلند کر کے عرض کرتے ہیں اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالاہُ وَعَادِ مَنْ عَاداہُ (خدایا تو دوست رکھ اُسے جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اسے جو علیؑ کو دشمن رکھے) وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَہُ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَہُ اور مدد کر اس کی جو علی کی مدد کرے اور ساتھ چھوڑ دے اُس کا جو علی کا ساتھ چھوڑ دے) اس دعا کے اختتام پر حضرت پھر مجمع سے مخاطب ہو کر پوچھتے ہیں "معاشر الناس۔ بتاؤ کیا میں

نے خدا کا پیغام تم تک پہونچا دیا"

سب جواب دیتے ہیں۔ "بیشک اے خدا کے رسول آپ نے رسالت کا حق ادا کر دیا" اور مجمع کا یہ عالم ہے کہ بعض چہروں پر مایوسی سے پژمردگی چھائی ہوئی ہے اور بعض خوشی کے مارے پھولے نہیں سماتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت نے بڑی دیر تک خطبہ جاری رکھا جس کے دوران میں حکم دیا کہ سب لوگ حضرت علی کو "امیر المومنین" کے لقب سے سلام کریں اور جو حاضر ہیں وہ آج کی روداد اُن لوگوں سے بیان کریں کہ جو غیر حاضر ہیں۔ اور اُس دن کو مسلمانوں کے لئے یوم عید قرار دیا۔ اسی کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر مشتمل بہت سی نصیحتیں فرمائیں۔ جن کی اس مختصر مقالہ میں گنجائش نہیں ہے۔

تکمیل دین کی سند

اور آخر کار پھر آنحضرت کے قیافۂ مبارک پر نزول وحی کے آثار نمودار ہوئے اور زبانِ حق بیان یوں گویا ہوئی

کہ اَلْیَوْمَ یَئِسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ دِیْنِکُمْ (آج کے دن کفار تمھارے دین میں خلل اندازی کرنے سے مایوس ہو گئے) اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (آج کے دن میں نے تمھارے دین کو تمھارے لئے کامل کر دیا) وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ (اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی) وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (اور تمھارے لئے اسلام کو بحیثیت دین مقرر کرنے سے میں خوشنود ہوا" (سورۂ مائدہ آیہ ۳) گویا علی کو منصب امامت پہ فائز کرنا ایسا کارِ نمایاں تھا کہ جس پر بارگاہِ ذوالجلال سے تکمیلِ رسالت کی خلعت، اتمامِ نعمت کی ابدی جاگیر اور رضائے رب العالمین کی سند خوشنودی کے ساتھ عطا ہو گئی۔

اصحاب کا مبارکباد دینا

پھر کیا تھا، کوئی مخالف و مؤالف ایسا نہ تھا جس نے مقتضائے وقت کے لحاظ سے امیرالمومنین کو مبارکباد نہ

دی ہو سب ہی نے بڑھ بڑھ کے تہنیت پیش کی۔ جن میں حضرات شیخین بھی اظہار مسرت میں کسی سے پیچھے رہنا نہ چاہتے تھے حضرت عمر نے اقرار کیا کہ مبارک ہو مبارک ہو، اے علیؑ آج تو تم ہر مومن و مومنہ کے آقا و مولا ہو گئے۔ ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ خدا کی قسم آج سے یہ امر (یعنی ولایتِ علی بن ابی طالب) ہر مسلمان پر واجب ہو گیا۔

اسی اثناء میں حسان بن ثابت نے بایماء و اجازتِ سرکار رسالت قریش کو خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج کی گواہی کو یاد رکھیں، دبرجستہ قصیدہ پڑھا جس کے اشعار کا ترجمہ یہ ہے:۔

غدیرِ خم کے دن ان کے پیغمبر نے خم کے مقام پر ندا دی ... اور جناب رسولِ خدا صلعم نے کیا اچھی منادی کی

ارشاد فرمایا کہ تمہارا کون مولیٰ اور ولی ہے ... ان لوگوں نے جو اس مقام پر سرکشی نہیں کرتے تھے عرض کیا

تیرا خدا ہمارا مولیٰ ہے اور تو ہمارا ولی ہے ... اور آج کے روز سے تو ہمیں نافرمان نہیں پائے گا

یعنی آنحضرتؐ نے فرمایا! یا علیؑ اُٹھ کھڑے ہو	بے شبہ میں نے تجھکو اپنے بعد امام اور ہادی کیا ہے
یعنی جس کا میں مولیٰ ہوں اس کا یہ مولیٰ ہے	تم لوگ اسکے پیچھے مددگار بن جاؤ
وہیں آپنے دعا کی کہ بار اللہا علیؑ کے دوستوں کا دوست رکھ	اور بار الہا علیؑ کے دشمن کو تو دشمن رکھ
تمام لوگوں میں علیؑ کو اس خصوصیت سے مخصوص کیا	اور ان کا نام وزیر و بھائی رکھا

اور آنحضرت کی اس دعا کا حقدار بنا کہ خدا ہمیشہ روح القدس کے ذریعہ سے تیری مدد کرے جس طرح تو نے اپنی زبان سے ہماری نصرت کی۔

اس پر تمام محدثین و مفسرین کا اجماع ہے کہ آیۂ یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ (سورۂ مائدہ ۱۰) اور آیۂ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (سورۂ مائدہ ۳) حجۃ الوداع کے بعد مکہ اور مدینہ کے درمیان نازل ہوئیں، اور ان کی شان نزول وہی ہے جو اوپر بیان کی گئی۔ اس سے اور تمام عقلی دلائل سے حسب ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:

(۱) یہ کہ حضرت علیؑ کو منصب امامت پر معین کرنا اتنا ضروری تھا کہ اگر یہ نہ ہوتا تو تبلیغ رسالت ناقص رہ جاتی۔

(۲) اس تعین میں کوئی خطرہ تھا، جب ہی تو واللہ یعصمک من الناس کہکر رسول اللہ صلعم کو اطمینان دلایا گیا۔

(۳) اگر اس سے پہلے یہ اعلان ہوا ہوتا تو یار لوگوں کو یہ کہنے کا موقع مل جاتا کہ بعد کو آنحضرتؐ نے اپنی رائے بدل دی۔

(۴) اگر اس کے بعد اعلان ہوتا تو اتنا بڑا مجمع کہاں یکجا ہوسکتا تھا؟ اس لئے رسول کو ندائے آسمانی نے سرِراہ روک کر اعلان کرایا۔

(۵) ایک انوکھے مقام پر روزِ روشن میں نئے قسم کے منبر پر نئے انداز سے اعلان کیا گیا تاکہ سب کو ہمیشہ یاد رہے۔

(۶) ایسے قطعی اور واضح پیرایہ سے تعین کیا گیا کہ جو معنی و بیان، صرف و نحو، منطق اور حکمت عملی کے اعتبار سے اٹل ثابت ہوتا ہے۔

(۷) جب یہ سب امور آنحضرت نے بحسن و خوبی انجام دیدیئے تب جاکے تکمیل دین، اتمام نعمت اور خوشنودی پروردگار کا پروانہ حاصل ہوا۔ اور دشمنانِ اسلام کی مایوسی بیان کی گئی۔

(۸) آیہ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ اور آیہ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ کی تعمیل اور سند مقام غدیر خم پر حاصل ہوئی۔

غدیر خم کے بعد کے حالات پر ایک سرسری نظر

فدا ہوں جانیں ہماری، اِس رسولِ امینؐ پر کہ جس نے ایسی محنتوں اور جانفشانیوں سے تبلیغ رسالت کی مہم سر کی اور اپنے بعد حفاظتِ دین

اور ہدایتِ اُمّت کے لئے کتاب خدا کے ساتھ قرآنِ ناطق کی ایسی روشن نشانیاں بھی چھوڑ گیا جو قیامت تک رہنمائی کے لئے کافی ہیں۔ یہ ہیں علیؑ اور اولادِ علیؑ ہیں سے وہ نفوسِ قدسیہ جن کے لئے ایک کے بعد ایک صادق الامین نے وصیّت فرمائی۔ یہ اور بات ہے کہ لوگوں نے عہدِ روزِ غدیر دل سے بھلا دیا اور قہر و غلبہ سے حکومتیں بنائیں لیکن جو باوفا اصحاب تھے۔ جیسے حضرت سلیمانؓ، ابو ذرؓ، عمارِ یاسرؓ، مقدادؓ، بلالؓ، حذیفہؓ یمانی، جابر بن عبداللہ وغیرہم، رضی اللہ عنہم وہ اپنے عہد پہ قائم اور ولایتِ جنابِ امیرؑ کے امر میں پیغمبر کے مطیع رہے۔ خود جناب امیرؑ کے ارشادات و احتجاجات شاہد ہیں کہ آپ نے بعدِ وفاتِ جناب رسالتمآب گوشہ گیری و عزلت گزینی اس لئے اختیار کی کہ آپ شیرازہ اسلام کو منتشر کرنے اور اُمّتِ رسول میں خونریزی کی بنیاد ڈالنے کو بحد بُرا سمجھتے تھے چاہے اس میں آپ کا حق جاتے چاہے رہے۔

جناب امیر کی ذات ستودہ صفات وہ تھی کہ جو اپنے فرائض کو ہمیشہ اپنے حقوق پر ترجیح دیتی تھی آپ کو اپنے کام سے کام تھا، دوسروں کو بجبر و کراہ اپنے حقوق دینے پر مجبور کرنا نہ تو رسول خداؐ کا اُسوہ تھا نہ جناب امیرؑ کا شیوہ۔ آپ نے بس اپنے فرائض کی انجام دہی کو اپنا نصب العین بنایا۔ رسول اللہ کی تجہیز و تکفین کو طلب امارت پر مقدم کیا۔ کلام اللہ کی جمع آوری میں اس طرح منہمک رہے کہ جب تک اُس امانت الٰہی کو محفوظ نہ کر دیا اس وقت تک بیت الشرف سے باہر قدم نہ نکالا۔ جب کسی نے آپ سے ہدایت چاہی تو آپ نے کبھی رہنمائی سے دریغ نہ کی، جب کوئی مشکل مسئلہ سامنے آیا تو عقدہ کشائی فرما دی۔ لیکن خود سے اپنی رائے کو کسی پر مسلط نہ کیا۔ اگرچہ آپ کی نظروں کے سامنے آپ کے حقوق پائمال ہوتے رہے اور اگرچہ سب ہی جانتے رہے کہ آپ کی مثال آسمانِ ہدایت میں قطبؑ اور آپ کے

اُمّت میں اس محور کی ہے جس کے گرد سب گردش کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک دورِ خلافت ختم ہوا اور دوسرا اور پھر تیسرا دور آیا اور وہ بھی ختم ہوا تو مجمع عام نے منصبِ خلافت کو آپ کے سامنے لاکر پیش کیا اُس وقت آپ نے محض تخفیفِ ظلم اور کمزوروں اور غریبوں کے استقرارِ حق کی نیت سے اسے قبول فرمایا۔ لیکن اسیرِ اصحابِ جمل وصفین نے جھوٹ اور بہتان ایجاد کرکے "قصاصِ قتلِ عثمان" کے بہانے سے علمِ بغاوت بلند کیا۔ تو مجبوراً آپنے مدافعتِ خود اختیاری کے لئے تلوار اٹھائی اور ان فتنوں کا استیصال کر دیتے لیکن حاکم شام نے اپنی دغا بازی اور دجل و فریب سے جماعتِ اسلام میں ایسی پھوٹ ڈالی کہ جس کے نتیجہ میں گروہ خوارج پیدا ہوا۔ اس فتنے کو بھی جنابِ امیرؑ ہمیشہ کے لئے فرو کر دیتے لیکن ایک طرف معاویہ نے رشوتیں دیکر خطیبوں کے ذریعہ اُس ممدوحِ خدا و

رسول پر معاذ اللہ، دسب و شتم کرانا شروع کیا اور دوسری طرف خوارج میں سے ایک شقی نے آپکو ماہِ صیام میں مسجد کے اندر سجدہ کی حالت میں شہید کر دیا۔

اسکے بعد قہر و غلبہ سے بنی امیہ نے اپنی بادشاہی قائم کی۔ جب انکے مظالم حد سے بڑھے اور انکی بداعمالیوں نے انکے دنیوی اقتدار کی چولیں ہلا ڈالیں تو انکو قتل کر کے بنی عباس برسرِ اقتدار آئے۔ جب انھوں نے بھی دین و دیانت سے روگردانی کی اور اُن کے بھی جبر و تشدد کی حد و انتہا نہ رہی تو خلافت ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی یہاں تک کہ خلیفۃ المسلمین کا نام نہاد منصب کبھی فاطمینِ مصر کو ملا، کبھی امویینِ اندلس نے جداگانہ اسکا ادّعا کیا۔ اور اتوبی سلاطین اسکے الگ دعویدار ہوئے یہاں تک کہ بنی عباس کے ایک برائے نام خلیفہ نے یہ منصب ترکی کے سلاطینِ عثمانی کو تفویض کر دیا اور ترکی کی خلافت بھی اپنے اسلاف کے ڈھرے پر چلتے چلتے آخرکار مصطفےٰ کمال اتاترک کے ہاتھوں سے

بے نام و نشان ہو کر رہ گئی۔ یہ تھی مختصر داستان اُس خلافت کی جو یوم غدیر کے الٰہی،
پیغام کو نظر انداز کرنے اور خداوند عالم کے مقرر کردہ اوصیائے رسول کو چھوڑ دینے کے
نتیجہ میں مٹ کر رہ گئی۔ کاش اگر مسلمان، فتوحات کے خواب دیکھنے کے بجائے ملک و مال
کی طمع سے قطع نظر کرتے ہوئے، ہوا و ہوس کے فریبوں سے بچتے ہوئے، غدیرِ خم کے میثاق
پر قائم رہتے اور امیر المومنین کی اطاعت میں سر تسلیم خم کیے رہتے، اور اس حقیقت پر ایمان
لاتے کہ خلیفۃ اللہ کے مقرر کرنے کا حق اللہ ہی کو ہے تو آج دنیا میں مسلمانوں کی یہ حالت نہ
ہوتی۔ آج ہماری حالت زبوں ویسی ہی ہے جیسی بنی اسرائیل کی تھی۔ جب اُنھوں نے
سونے کا بچھڑا بنا کر پوجا، اور اپنی سرکشی و غداری میں ایسے دیدہ دلیر ہوئے کہ ہزارہا
انبیا کو قتل کر ڈالا جس کے نتیجہ میں دین و دنیا دونوں میں ذلت و خواری
سے دوچار ہونا پڑا۔

لیکن، مسلمانو، اب بھی دیر نہیں ہوئی ہے، اپنے نبی کے اِس قول کو دیکھو اور سمجھو کہ "میں تمہارے درمیان کتاب خدا اور اپنی ذرّیت اپنے اہل بیت، یہ دو ایسی گراں بہا چیزیں چھوڑے جاتا ہوں کہ جن سے وابستہ ہونے والے کبھی گمراہ نہ ہوں گے۔ اس لئے کلام پاک کی روشنی میں آلِ محمّد کی پاک و پاکیزہ سیرتوں کا مطالعہ کرو اور اِنھیں سے ہدایت حاصل کرو۔ ان میں منصب امامت و خلافت آج بھی قائم ہے۔ اسلئے اغیار کے رطب و یابس پر اعتنا نہ کرو بلکہ آلِ محمدؐ کا دامن مضبوطی سے تھام لو، تو تم دیکھنا کہ ان کا ہر قول و عمل قرآن مجید کے مطابق ہے اور اِنھیں کی تاسّی پر تمھارے لئے اکمالِ دین اور اتمام نعمتِ الٰہی کا دار و مدار ہے۔

ہر قرن کے علمائے تاریخ وحدیث وتفسیر وغیرہ کی ایک مختصر فہرست جنھوں نے واقعۂ غدیر خم کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے :-

۱- مؤرخین	حافظ بلاذری	المتوفی	۲۷۹ھ	کتاب	انساب الاشرف
۲-	طبری	"	۳۱۰ھ	"	الولایہ فی طرق حدیث الغدیر
۳-	ابن زولاق مصری	"	۳۶۲ھ	"	تاریخ ابن زولاق
۴-	خطیب بغدادی	"	۴۶۳ھ	"	تاریخ بغداد
۵-	ابن عبدالبر قرطبی	"	۴۶۳ھ	"	استیعاب
۶-	ابوفتح شہرستانی	"	۵۴۸ھ	"	ملل ونحل
۷-	حافظ ابن عساکر دمشقی	"	۵۷۱ھ	"	تاریخ کبیر
۸-	یاقوت حموی	"	۶۲۶ھ	"	معجم الادباء ومعجم البلدان

۹۔ مورخین حافظ ابوالحسن ابن اثیر المتوفی سنہ ۶۳۰ھ کتاب .. اسُد الغابہ

۱۰۔ ابن خَلِّکان " سنہ ۶۸۱ھ " وفیات الاعیان

۱۱۔ زین الدین شافعی ابن الوردی " سنہ ۷۴۹ھ " تتمۃ المختصر

۱۲۔ حافظ ابن کثیر شامی " سنہ ۷۷۴ھ " البدایۃ والنہایہ

۱۳۔ حافظ ابن خلدون اشبیلی " سنہ ۸۰۸ھ " مقدمہ تاریخ العِبَر

۱۴۔ حافظ ابن حجر عسقلانی " سنہ ۸۵۲ھ " الاصابۃ وتہذیب التہذیب

۱۵۔ نورالدین سمہودی " سنہ ۹۱۱ھ " جواہر العقدین

۱۶۔ ابوالعباس قرمانی دمشقی " سنہ ۱۰۱۹ھ " اخبار الدُّوَل

۱۷۔ نورالدین حلبی " سنہ ۱۰۴۴ھ " سیرۃ الحلبیۃ

۱۸۔ ابوالعرفان صبان شافعی مصری " سنہ ۱۲۰۶ھ " اسعاف الراغبین

۱۹-	مورخین	زینی دحلان مکی	المتوفی	سنہ ۱۳۰۴ھ	کتاب	فتوحات الاسلامیہ
۲۰-		شیخ یوسف نبہانی زندہ			"	شرف المؤید
۲۱-	محدثین	محمد بن مسلم زہری	المتوفی	سنہ ۱۲۴ھ	"	منقول از اسد الغابہ از ابن اثیر
۲۲-		حافظ ابو ہشام ضبی	"	سنہ ۱۲۳ھ	" "	مسند احمد
۲۳-		یحییٰ بن سعید تیمی	"	سنہ ۱۲۵ھ	" "	زین الفتی تالیف حافظ عاصمی
۲۴-		حافظ عبد الملک عرزی	"	سنہ ۱۴۵ھ	" "	مسند احمد
۲۵-		" ابو عروہ ازدی	"	سنہ ۱۵۴/۳ھ	"	البدایہ والنہایہ از ابن کثیر
۲۶-		" شعبہ بن حجاج واسطی	"	سنہ ۱۶۰ھ	"	"
۲۷-		" ابو یوسف سبیعی	"	سنہ ۱۶۲ھ	"	کفایۃ الطالب
۲۸-		" ابو سلمہ بصری	"	سنہ ۱۶۷ھ	"	مسند احمد

۲۹	محدثین حافظ ابوعبدالرحمن مصری	المتوفی	سنہ ۱۷۴ھ	منقول در	البدایۃ والنہایہ
۳۰	" ابوہشام خارفی	"	سنہ ۱۹۹ھ	"	مسند احمد
۳۱	" ابواحمد زبیری	"	سنہ ۲۰۳ھ	"	"
۳۲	" ابوزکریاے قریشی	"	سنہ ۲۰۳ھ	"	البدایۃ والنہایہ
۳۳	" ابوعمرو فزاری	"	سنہ ۲۰۷ھ	"	مسند احمد
۳۴	" عبدالرزاق صنعانی	"	سنہ ۲۱۱ھ	"	البدایۃ والنہایہ
۳۵	" ابومحمد انماطی	"	سنہ ۲۱۷ھ	"	الکشف والبیان از ثعلبی
۳۶	" احمد حنبل شیبانی	"	سنہ ۲۴۱ھ	"	کتاب مسند و مناقب
۳۷	حافظ بخاری	"	سنہ ۲۵۶ھ	"	تاریخ بخاری ج ۱ حصہ ۱
۳۸	" ابن ماجہ قزوینی	"	سنہ ۲۷۳ھ	"	سنن

۳۹۔	محدثین	حافظ ترمذی	المتوفی	۲۷۹ھ	کتاب:	صحیح
۴۰۔	,,	نسائی	,,	۳۰۳ھ	,,	خصائص، وسنن
۴۱۔	,,	ابو یعلی موصلی	,,	۳۰۷ھ	,,	مسند الکبیر
۴۲۔	,,	ابوالقاسم بغوی	,,	۳۱۷ھ	,,	معجم الحدیث
۴۳۔	,,	ابو بشر دولابی	,,	۳۲۰ھ	,,	الکنی والاسماء
۴۴۔	,,	ابو جعفر طحاوی	,,	۳۲۱ھ	,,	مشکل الآثار
۴۵۔	,,	ابوالقاسم طبرانی	,,	۳۶۰ھ	,,	معجم الکبیر
۴۶۔	,,	ابن بطہ عکبری	,,	۳۸۷ھ	,,	الابانہ
۴۷۔	,,	ابوبکر احمد فارسی	,,	۴۰۷ھ	,,	ما نزل من القرآن فی امیر المومنین
۴۸۔	,,	ابوبکر بیہقی	,,	۴۵۸ھ	,,	سنن الکبری

۴۹۔	محدثین	ابن مغازلی شافعی	المتوفی	سنہ ۴۸۳ھ	کتاب،	مناقب
۵۰۔		حافظ ابوسعید سمعانی	"	سنہ ۵۶۲ھ	"	فضائل الصحابہ
۵۱۔		" ضیاء الدین مقدسی	"	سنہ ۶۴۳ھ	"	فصول المختارہ
۵۲۔		" گنجی شافعی	"	سنہ ۶۵۸ھ	"	کفایۃ الطالب
۵۳۔		نووی شافعی	"	سنہ ۶۷۶ھ	"	ریاض الصالحین، وتہذیب الاسماء واللغات
۵۴۔		" محب الدین طبری	"	سنہ ۶۹۴ھ	"	ریاض النضرہ، وذخائر العقبیٰ
۵۵۔		" شیخ الاسلام حموئی	"	سنہ ۷۲۲ھ	"	فرائد السمطین
۵۶۔		" ابوالحجاج شافعی	"	سنہ ۷۴۲ھ	"	تحفۃ الاشراف
۵۷۔		" جمال الدین زرندی	"	سنہ ۷۵۰ھ (تقریباً)	"	نظم درر السمطین

۵۸۔	محدثین	ابن شہاب ہمدانی المتوفی	سنہ ۷۸۶ھ	کتاب:	مودۃ القربیٰ
۵۹۔		حافظ ابوالحسن ہیثمی	" سنہ ۸۰۸ھ	"	مجمع الزوائد
۶۰۔		ابو عبداللہ وشتانی مالکی	" سنہ ۸۲۷ھ	"	شرح صحیح مسلم
۶۱۔		قاضی بدرالدین عینی حنفی	" سنہ ۸۵۵ھ	"	عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری
۶۲۔		ابوعبداللہ سنوسی	" سنہ ۸۹۵ھ	"	شرح صحیح مسلم
۶۳۔		حافظ ابوالعباس قسطلانی	" سنہ ۹۶۲ھ	"	مواہب اللدنیہ
۶۴۔		متقی ہندی	" سنہ ۹۷۵ھ	"	کنز العمال
۶۵۔		جمال الدین شیرازی	" سنہ ۱۰۰۰ھ	"	اربعین فی مناقب امیرالمومنین
۶۶۔		قاری ہردری	" سنہ ۱۰۱۴ھ	"	المرقاۃ
۶۷۔		زین الدین مناوی	" سنہ ۱۰۳۱ھ	"	فیض القدیر

۶۸۔ محدثین شہاب الدین خفاجی حنفی المتوفی سنہ ۱۰۶۹ھ کتاب: نسیم الریاض

۶۹۔ برہان الدین مصری ״ سنہ ۱۱۰۶ھ ״ فتوحات وہبیہ

۷۰۔ ابن حمزہ حرانی ״ سنہ ۱۱۲۰ھ ״ البیان والتعریف

۷۱۔ ابوعبداللہ زرقانی مصری ״ سنہ ۱۱۲۲ھ ״ شرح مواہب

۷۲۔ شیخ محمد بیروتی شافعی ״ سنہ ۱۲۷۶ھ ״ اسنی المطالب

۷۳۔ حافظ ناصر السنۃ شہاب الدین زندہ ״ تشنیف الآذان

مفسرین وغیرہم

۷۴۔ قاضی ابوبکر باقلانی المتوفی سنہ ۴۰۳ھ ״ التمہید

۷۵۔ ابواسحاق ثعلبی ״ سنہ ۴۲۷ھ ״ الکشف والبیان

۷۶۔ ابوالحسن واحدی ״ سنہ ۴۶۸ھ ״ اسباب النزول

۷۷-	ابن سعدون قرطبی	المتوفی	سنہ ۵۶۷ھ	کتاب:-	تفسیر کبیر
۷۸-	فخر رازی	,,	سنہ ۶۰۶ھ	,,	مفاتیح الغیب
۷۹-	قاضی بیضاوی	,,	سنہ ۶۸۵ھ	,,	طوالع الانوار
۸۰-	سعید الدین فرغانی	,,	سنہ ۷۰۰ھ (تقریباً)	,,	شرح قصیدۂ تائیۂ ابن فارض
۸۱-	قاضی عبدالرحمٰن ایجی	,,	سنہ ۷۵۶ھ	,,	مواقف
۸۲-	سعدالدین تفتازانی	,,	سنہ ۷۹۲ھ	,,	شرح مقاصد
۸۳-	قاضی نجم الدین ابن عجلون	,,	سنہ ۸۷۶ھ	,,	بدیع المعانی
۸۴-	علاء الدین قوشجی	,,	سنہ ۷۷۹ھ	,,	شرح تجرید خواجہ نصیر طوسی
۸۵-	شربینی قاہری	,,	سنہ ۷۷۷ھ	,,	السراج المنیر
۸۶-	عبدالحق دہلوی	,,	سنہ ۱۰۵۲ھ	,,	لمعات

۸۷-	حامد عمادی دمشقی	المتوفی	سنہ ۱۱۷۱ھ	کتاب:- الصلاۃ الفاخرہ
۸۸-	عبدالعزیز دہلوی	"	سنہ ۹۷۶ھ	" ازالۃ الخفا
۸۹-	قاضی محمد شوکانی	"	سنہ ۱۲۵۰ھ	" فتح القدیر تفسیر
۹۰-	مولوی محمد سالم دہلوی	"	تیرہویں صدی	" اصول الایمان
۹۱-	شیخ محمد عبدہ مصری	"	سنہ ۱۳۲۳ھ	" المنار
۹۲-	آلوسی بغدادی	"	سنہ ۱۳۲۴ھ	" نثر اللآلی
۹۳-	دکتر احمد فرید رفاعی زندہ			" تعلیق معجم الادبا
۹۴-	استاد احمد زکی مصری			" تعلیقات اغانی
۹۵-	احمد نسیم مصری			" تعلیق دیوان مہیار
۹۶-	رافعی مصری			" شرح ہاشمیات کمیت

۹۷-	استاد محمد شاکر نابلسی	کتاب	شرح ہاشمیاتِ کمیت
۹۸-	” عبدالفتاح عبدالمقصود	”	تقریظ بر کتاب الغدیر آقائے امینی
۹۹-	” ڈاکٹر صفا خلوصی	”	” ”

مطبوعات

مختصر مجموعہ زیارت	۰۰-۲۵	چہاردہ سورہ	۱-۲۵
حدیث کساء	۰۰-۲۵	اعلان غدیر	۰۰-۲۵
اعمال واحکام ماہ رمضان	۱-۲۵	امام زین العابدین کی	
بعثت	۰۰-۲۵	بارہ دعائیں	۰۰-۲-

ملنے کا پتہ

روشن علی فاضل

۲/۶ کیننگ اسٹریٹ کلکتہ ۱

يَاكَرِيمُ	يَارَقِيبُ	يَامُجِيبُ	يَاوَاسِعُ	يَاحَكِيمُ	يَاوَدُودُ	يَامَجِيدُ
يَابَاعِثُ	يَاشَهِيدُ	يَاحَقُّ	يَاوَكِيلُ	يَاقَوِيُّ	يَامَتِينُ	يَاوَلِيُّ
يَاحَمِيدُ	يَامُحْصِي	يَامُبْدِئُ	يَامُعِيدُ	يَامُحْيِي	يَامُمِيتُ	يَاحَيُّ
يَاقَيُّومُ	يَاوَاجِدُ	يَامَاجِدُ	يَاوَاحِدُ	يَااَحَدُ	يَاصَمَدُ	يَاقَادِرُ
يَامُقْتَدِرُ	يَامُقَدِّمُ	يَامُؤَخِّرُ	يَااَوَّلُ	يَاآخِرُ	يَاظَاهِرُ	يَابَاطِنُ
يَاوَالِي	يَامُتَعَالِي	يَابَرُّ	يَاتَوَّابُ	يَامُنْعِمُ	يَامُنْتَقِمُ	يَاعَفُوُّ
يَامَالِكَ الْمُلْكِ	يَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ		يَارَءُوفُ	يَارَبُّ	يَامُقْسِطُ	يَاجَامِعُ
يَاغَنِيُّ	يَامُغْنِي	يَامُعْطِي	يَامَانِعُ	يَاضَارُّ	يَانَافِعُ	يَانُورُ
يَاهَادِي	يَابَدِيعُ	يَابَاقِي	يَاوَارِثُ	يَارَشِيدُ	يَاصَبُورُ	يَاسَتَّارُ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ						